# کرنسی اور اموالِ تجارت کی زکوٰۃ کے لئے معیار
# اور
# سونا وچاندی میں ضم نصاب کا مسئلہ

خالد سیف اللہ رحمانی

۱- اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک زکوٰۃ ہے، زکوٰۃ اغنیاء پر واجب ہوتی ہے اور اسے فقراء پر خرچ کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تؤخذ من أغنيائهم فترد فی فقراء هم''(۱) لیکن سوال یہ ہے کہ اغنیاء سے کون لوگ مراد ہیں، کیا یہ عرف اور لوگوں کے حالات پر موقوف ہے یا اس کے لئے کوئی متعین معیار ہے؟—اس سلسلہ میں شریعت نے ان اغنیاء کے لئے جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو، ایک خاص معیار مقرر کیا ہے، اس معیار کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اموال میں زکوٰۃ واجب قرار نہیں دی ہے؛ بلکہ مخصوص اموال سے ہی زکوٰۃ کا حکم متعلق کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں :

- معدنیات: سونا، چاندی۔
- مویشی: اونٹنی، گائے، بکریاں، دنبہ اور مینڈھا (نر و مادہ)—البتہ گھوڑے میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔(۲)
- زرعی پیداوار: جمہور کے نزدیک ایسی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے، جو دیرپا ہوں، جیسے: چاول، گیہوں، دال، مکئی وغیرہ، جو چیزیں دیرپا نہ ہوں، جیسے: سبزیاں، ان میں زکوٰۃ واجب نہیں، یہی رائے احناف میں امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کی بھی ہے؛ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمام ہی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔(۳)
- مالِ تجارت: تجارت جس چیز کی بھی کی جائے، اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، ان کے علاوہ جو اموال ہیں، ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

---

(۱) دیکھئے: مسلم ، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، حدیث نمبر: ۱۲۱۔

(۲) دیکھئے: ہدایہ، کتاب الزکوٰۃ: ۱/۱۷۸۔ (۳) دیکھئے: ہدایہ، کتاب الزکوٰۃ: ۱/۲۰۹۔

۲- پھر ان اموال کی تھوڑی یا زیادہ ہر مقدار میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ؛ بلکہ شریعت نے ایک نصاب متعین کر دیا ہے، اس نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تب زکوٰۃ کا حکم متعلق ہوتا ہے، صرف زرعی پیداوار کے سلسلہ میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک اس کے لئے بھی ایک نصاب متعین ہے، اسی کے قائل احناف میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زرعی پیداوار کے لئے کوئی نصاب متعین نہیں، اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔(۱)

۳- مالِ تجارت اور کرنسی (فلوس) میں زکوٰۃ واجب ہونے، نیز حرمانِ زکوٰۃ کے لئے کوئی مستقل نصاب مقرر نہیں، اس لئے کہ :

- تجارت مختلف اموال کی ہوسکتی ہے، اس کے لئے کسی خاص مالِ تجارت کو معیار مقرر کرنا دشوار ہوتا۔
- فلوس کے لئے کوئی معیار اس لئے مقرر نہیں کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس کا چلن ہی شروع نہیں ہوا تھا۔
- استحقاقِ زکوٰۃ کے لئے قرآن مجید نے فقر کو معیار بنایا ہے اور فقر اور غنا ایک دوسرے کی ضد ہیں ؛ لہٰذا جو غنی نہیں ہوگا وہ فقیر ہوگا، اس سے اشارۃً حرمانِ زکوٰۃ کا معیار متعین ہوگیا۔

## فلوس اور اموالِ تجارت کے لئے نصاب

۴- اب سوال یہ ہے کہ فلوس اور مالِ تجارت کے لئے کس نصاب کو معیار بنایا جائے گا، جانوروں کے نصاب کو، زرعی پیداوار کے نصاب کو یا سونا اور چاندی کے نصاب کو؟

اس سلسلہ میں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ فلوس کی اہمیت اسی حیثیت سے ہے کہ وہ ثمن اور اشیاء کے تبادلہ کا ذریعہ ہیں، اس لئے سونا اور چاندی جو خود رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بطور ثمن کے استعمال ہوا کرتے تھے، وہی اس کے لئے معیار ہوں گے ؛ کیوں کہ ثمن ہونے کے لحاظ سے دونوں گویا ایک ہی جنس ہیں، فرق یہ ہے کہ سونا اور چاندی خلقی ثمن ہیں اور فلوس اصطلاحی ثمن۔

اسی طرح اموالِ تجارت کے لئے بھی فقہاء نے سونا اور چاندی کو معیار بنایا ہے ؛ کیوں کہ اموالِ تجارت مختلف چیزیں ہوسکتی ہیں، یہاں تک کہ مٹی بھی، ان کے لئے سونا، چاندی کو معیار بنانے میں سہولت تھی ؛ کیوں کہ یہی ذریعۂ تبادلہ تھے اور جو چیز ذریعہ تبادلہ ہو، اس کے ذریعہ اشیاء کی معنوی قدر متعین کرنا آسان ہوتا ہے ؛ چنانچہ ''الموسوعۃ الفقہیۃ'' میں ہے :

---

(۱) دیکھئے: بدایۃ المجتہد لابن رشد، کتاب الزکوٰۃ، الفصل الخامس فی نصاب الحبوب: ۲۷۳/۱، مع تحقیق الاستاذ محمد الأمد، نیز دیکھئے: ہدایہ، باب الزکوٰۃ الزروع والثمار: ۲۰۹/۱۔

**أما العروض فتضم قيمتها إلى الذهب أو الفضة ويكمل بها نصاب كل منهما ، قال ابن قدامة : لا نعلم فی ذلک خلافا ، وفی هذا المعنى العملة النقدية المتداولة .(۱)**

سامان (تجارت) کی قیمت، سونے یا چاندی کے ساتھ ضم کی جائے گی اور اس کے ذریعہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا نصاب پورا کیا جائے گا، ابن قدامہ کا بیان ہے کہ ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور مروج کرنسی کا بھی یہی حکم ہے۔

## کاغذی کرنسی کی مختصر تاریخ

۵- چنانچہ عرصہ تک سونا اور چاندی اور ان کے ساتھ ساتھ فلوسِ نافقہ کو ثمن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، ہندوستان میں مغلوں کے اخیر دور تک بھی نقرئی اور طلائی دونوں طرح کے سکے مروج تھے، مگر آہستہ آہستہ صورتِ حال بدلتی گئی، چاندی کے کرنسی کے طور پر استعمال کرنے کا سلسلہ ختم ہوتا چلا گیا اور صرف سونے کو کرنسی کے لئے معیار تسلیم کیا جانے لگا، —— اصل یہ ہے کہ ایک زمانے میں انسان اپنی ضروریات کی چیزوں کا اُن ہی اشیاء کے ذریعہ تبادلہ کیا کرتا تھا، جیسے ایک شخص کے پاس چاول ہیں اور اسے گوشت کی ضرورت ہے تو وہ گوشت والے کو چاول دیتا اور اس کے بدلہ میں گوشت حاصل کرتا، ایک شخص کے پاس کپڑا ہے اور اسے شکر کی ضرورت ہے تو وہ اسے کپڑا دیتا اور شکر حاصل کرتا، لین دین کے اس طریقہ میں بڑی دشواری ہوتی؛ کیوں کہ اس طرح آدمی کو بعض اوقات منوں اور ٹنوں سامان لے کر بازار میں نکلنا پڑتا؛ تاکہ وہ اپنی مختلف ضروریات کو مہیا کر سکے، دوسرے یہ ضروری نہیں کہ آپ جو سامان لینا چاہتے ہیں، اس سامان کے مالک کو اس چیز کی ضرورت ہو جو آپ کے پاس مہیا ہے، اس طرح اشیاء ضرورت کو حاصل کرنے میں دشواری پیش آتی تھی، اس پس منظر میں لوگوں نے سوچا کہ کسی ایسی قیمتی دھات کو اشیاء کے تبادلہ کا ذریعہ بنایا جائے، جس میں لوگوں کی رغبت بھی ہو اور اس کا وزن بھی زیادہ نہ ہو، اسی لئے سونے اور چاندی کے سکوں کا آغاز ہوا، رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے زمانہ میں روم میں سونے کا سکہ چلتا تھا، جسے ''دینار'' کہا جاتا تھا اور ایران میں چاندی کا سکہ، جسے ''درہم'' کہا جاتا تھا، یہی دونوں سکے عرب میں مروج تھے اور قیمت کے لئے معیار کے طور پر استعمال کئے جاتے تھے، ان کے اوزان ایک حد تک مقرر تھے؛ لیکن اس پر کنٹرول نہیں تھا، مسلمانوں نے اس پر توجہ دی، سکوں کے اوزان مقرر کئے اور حکومت کے زیر نگرانی اس کی ڈھلائی کا انتظام کیا،

(۱) الموسوعة الفقهية ، زکوٰة ، ضم الذهب إلى الفضة فی تکميل النصاب وضم عروض التجارة اليها ، معزيا إلى ،ابن عابدین:۲/۳۴،والمجموع:۱۸/۶،والمغنی:۳/۲-۳،والدسوقی علی الشرح الکبير:۱/۴۵۵۔

متفرق اوزان کے درہم پائے جاتے تھے، جو اختلاف کا باعث بنتا تھا، حضرت عمرؓ نے ان سب کو ختم کر کے اوران کے وزن کا اوسط نکال کر ایک خاص وزن مقرر فرمایا، جس کو ''وزن سبعہ'' کہا جاتا ہے۔

طویل عرصہ تک یہی سونے اور چاندی کے سکے ذریعہ تبادلہ تھے اور چوں کہ یہ دھاتیں بذاتِ خود قیمت کی حامل تھیں؛ اس لئے جعلی سکے ڈھالے نہیں جاتے تھے، اس بنا پر افراط زر پیدا نہیں ہوتا تھا اور کرنسی کی قیمت میں استحکام رہتا تھا، پھر آہستہ آہستہ ان کے کاغذی وثائق جاری ہونے لگے، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اسٹاک ہوم کے بینک نے کاغذی دستاویز جاری کئے، جو سونے اور چاندی کے سکوں کی ذمہ داری کا اقرار نامہ تھا اور جس میں وعدہ کیا جاتا تھا کہ عندالطلب بینک اتنا معدنی سکہ ادا کردے گا، پھر جب بینک اس طرح کے دستاویز جاری کرنے لگے اور لوگوں کو اس پر اعتماد ہوگیا، نیز لوگوں میں بوجھل سکوں کے بجائے کاغذی دستاویزات کی طلب بڑھ گئی تو انیسویں صدی کے نصف آخر میں باضابطہ کاغذی نوٹوں کی اجرائی کا قانون بن گیا اور کہا گیا کہ اگر ان نوٹوں کا حامل مطالبہ کرے تو بینک اس کو ان کی قیمت کے برابر سونا ادا کرے گا۔

اب تیسرا مرحلہ پہلی جنگ عظیم کے آغاز کے بعد شروع ہوا، جب حکومت نے لوگوں پر کاغذی نوٹوں کے لین دین کو لازمی قرار دے دیا؛ البتہ ان کے لئے اس کی گنجائش رکھی کہ اگر وہ اس کے بقدر سونا یا چاندی حاصل کرنا چاہیں تو کرسکیں گے، ۱۹۱۴ء میں یہ قانون بن گیا؛ مگر کاغذی سکوں کے ساتھ سونے کا سہارا ۱۹۴۵ء تک باقی رہا، دوسری جنگِ عظیم ختم ہونے اور دنیا میں معاشی بحران کے سر اُٹھانے کے بعد ایک عالمی معاہدہ ہوا کہ تمام کرنسیاں امریکی ڈالر سے مربوط رہیں گی اور امریکی ڈالر سونے سے، گویا اب بھی کرنسی کا سونے سے باضابطہ ربط تھا، گو یہ ڈالر کے واسطہ سے تھا؛ لیکن جب ویتنام کی جنگ نے امریکہ کو معاشی بحران سے دوچار کیا، لوگوں میں بے اطمینانی پیدا ہوگئی اور اس کی وجہ سے امریکی بینکوں سے سونے کا مطالبہ ہونے لگا تو امریکہ نے محسوس کیا کہ اس طرح تو اس کا سونے کا پورا محفوظ ذخیرہ ختم ہوجائے گا؛ چنانچہ ۱۹۷۳ء میں امریکہ نے اعلان کردیا کہ اب وہ سونا ادا کرنے کا پابند نہیں، اس طرح کاغذی کرنسی نے بذاتِ خود ذریعہ تبادلہ کی حیثیت اختیار کرلی۔(۱)

غرض کہ اب سونا براہِ راست کرنسی باقی نہیں رہا؛ لیکن اب بھی کسی ملک کی کرنسی کی قدر متعین کرنے میں سونے کا ایک اہم رول ہوتا ہے، اسے دنیا کے تمام مرکزی بینکوں میں ایک اہم محفوظ سرمایہ (Reserve asset) مانا جاتا ہے، دنیا کے مختلف ممالک سونے کے محفوظ ذخیرہ (Gold Reserve) کی وافر مقدار رکھتے ہیں؛ تاکہ ان کی کرنسی مضبوط رہے اور خاص کر ڈالر کے مقابلہ میں کمزور نہ ہوجائے، اگر ڈالر میں کمزوری آتی ہے تو اس کی تلافی بھی سونے کی قیمت کو تقویت دے کر کی جاتی ہے، آج بھی سونا تقریباً دنیا کے مرکزی بینکوں کا اصل مالی سرمایہ

(۱) دیکھئے: أحكام النقود في الشريعة الاسلامية: ۳۱-۳۲، تالیف: محمد سلامۃ جبر۔

(Financial asset) سمجھا جاتا ہے،۱۴/اگست ۲۰۰۹ءکومرکزی بینکوں بالخصوص مغربی ممالک کے بینکوں کا تیسرا اجلاس سنٹرل بینک گولڈا یگریمنٹ (Cantral Bank Gold Aggrenent) کے عنوان سے ہوا، جس میں توثیق کی گئی کہ سونا عالمی مالیاتی ذخیرہ کے ایک اہم عنصر کے طور پر باقی رہے گا، آج بھی سمجھا جاتا ہے کہ سونا افراطِ زر سے تحفظ کا ایک اہم ذریعہ ہےاورسرمایہ کار اس بات کوبہتر سمجھتے ہیں کہ اپنی سرمایہ کاری کا ایک حصہ سونے میں لگائیں، سونے کی اسی اہمیت کی وجہ سے مغربی مرکزی بینکوں نے مل کر ستمبر ۱۹۹۹ء میں معاہدہ کیا کہ ایک متعین حد سے زیادہ سونا نہیں بیچا جائے گا؛ چنانچہ ہر پانچ سال پر اس معاہدے کی تجدید ہوتی رہتی ہے، جس کوسنٹرل بینک گولڈا یگریمنٹ (Cantral Bank Gold Aggrenent) کہا جاتا ہے، یہاں تک کہ سوئزرلینڈ کی کرنسی (Swis Franc) تو ۲۰۰۰ءتک پوری طرح سونے میں قابل انتقال تھی، اس سے واضح ہوتا ہے کہ کرنسی کی قدر کا کچھ نہ کچھ سونے سے تعلق اب بھی باقی ہےاور یہ سرمایہ کاروں کے لئے ایک مرغوب ترین شئے ہے؛ مگر چاندی کا کرنسی سے کوئی تعلق نہیں رہااوراسی لئے اب لوگوں میں اس کی رغبت کم ہوگئی ہے۔

## سونااورچاندی کے لئے نصاب

۶- چوں کہ چاندی کا کرنسی سے کوئی رشتہ باقی نہیں رہا، اس لئے موجودہ دور میں چاندی کی قیمت میں ایسا انحطاط پیدا ہوگیا کہ اب چاندی کے نصاب زکوٰۃ ''۶۱۲/گرام'' کی قیمت بہت معمولی ہوگئی ہے، اب اس وقت چاندی کا نصاب ہندوستان میں بارہ، تیرہ ہزار روپے میں پورا ہوجاتا ہے، جب کہ سونے کے نصاب کی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپیوں کے قریب ہوتی ہے، ان حالات میں یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ :

(۱) اگرکوئی شخص صرف سونے کا مالک ہوتو سونے کے مکمل نصاب کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہو۔

(۲) اگرصرف چاندی کا مالک ہوتو چاندی کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہو۔

(۳) اگر کچھ مقدار چاندی کی اور کچھ مقدار سونے کی ہوتو صاحبین کے مسلک کے مطابق ضم بالقیمۃ کے بجائے ضم بالاجزاء کا طریقہ اختیار کیا جائے، یعنی نصف نصاب سونے کا ہواور نصف چاندی کا، یاایک تہائی سونے اور دوتہائی چاندی کا وغیرہ، تواس میں زکوٰۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ سونے کے لئے سونے کا نصاب اور چاندی کے لئے چاندی کا نصاب نص سے ثابت ہےاور جو بات نص سے ثابت ہو، اس میں اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

## کرنسی اور مالِ تجارت کے لئے نصاب اورموجودہ عہد کا تقاضا

۷- کرنسی اور مالِ تجارت میں زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے نیز حرمانِ زکوٰۃ کے لئے سونے کے نصاب کو معیار قرار دیا جائے، —— اس کے وجوہ حسبِ ذیل ہیں :

(الف) زکوٰۃ کا اصل مقصد فقراء کی حاجت کو دور کرنا ہے اور انسان کی ضرورت سونے چاندی سے براہ راست پوری نہیں ہوتی، نہ اس سے بھوک مٹ سکتی ہے اور نہ اس سے تن ڈھک سکتا ہے؛ چنانچہ یہ بات غور کرنے کی ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ جو اموالِ زکوٰۃ مقرر کئے گئے ہیں، وہ سب ایسے ہیں جن سے براہ راست انسانی ضرورت پوری ہوتی ہے تو آخر ان چیزوں کے ساتھ ساتھ سونے اور چاندی میں کیوں زکوٰۃ واجب قرار دی گئی؟—— اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ ثمن اور ذریعہ تبادلہ ہیں، اس لئے یہ بالواسطہ انسان کی تمام ضروریات کو پوری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اسی وجہ سے ان کو نہ صرف زکوٰۃ؛ بلکہ ربا اور دیت میں بھی معیار بنایا گیا؛ چنانچہ علامہ علاء الدین کاسانیؒ سونے اور چاندی کے ضم نصاب کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

**ولأنهما مالان متحدان فى المعنى الذى تعلق به وجوب الزكوٰة فيهما وهو الاعداد للتجارة بأصل الخلقة والثمنية فكانا فى حكم الزكوٰة كجنس واحد .(۱)**

اس لئے کہ سونا اور چاندی دو ایسے مال ہیں، جو اس مقصد کے اعتبار سے جن کی وجہ سے ان دونوں میں زکوٰۃ واجب قرار دی گئی ہے، متحد ہیں، اور وہ مقصد ہے اصل خلقت اور ثمن ہونے کے اعتبار سے ذریعہ تجارت بننا؛ لہٰذا زکوٰۃ کے حکم میں ان دونوں کی ایک ہی جنس سمجھی جائے گی۔

اسی پر گفتگو کرتے ہوئے صاحب شرح کبیر فرماتے ہیں :

**ولأنهما نفعهما واحد والمقصود منهما متحد ؛ فانهما قيم المتلفات وأروش الجنايات وثمن البياعات وحلى لمن يريدهما فأشبها النوعين . (۲)**

اس لئے کہ سونا اور چاندی کا نفع یکساں ہے اور ان دونوں کا مقصود ایک ہے کہ یہ ہلاک ہونے والی اشیاء کی قیمت، جنایتوں کا معاوضہ، بیچی جانے والی چیزوں کا ثمن اور زیور کی ضرورت، ان لوگوں کے لئے پورا کرتے ہیں جو ان کے ذریعہ ان مقاصد کو پورا کرنا چاہیں، لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

اس طرح کی صراحت بہت سے اہل علم کے یہاں ملتی ہے اور یہ اتنی واضح بات ہے کہ محتاجِ دلیل نہیں، اسی بنیاد پر فقہاء سونے اور چاندی کو تقدیراً مالِ نامی مانتے ہیں؛ کیوں کہ ذریعہ تبادلہ ہونے کی وجہ سے یہ تجارت کے لئے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں اور تجارت دولت میں نمو کا ذریعہ بنتی ہے۔

---

(۱) بدائع الصنائع ،كتاب الزكوٰة ، مقدار الواجب فيه:۲/۱۰۶۔

(۲) الشرح الكبير على حاشية المقنع لابن قدامة المقدسى:۷/۱۶۔

اب غور کیا جائے تو اس وقت سونا تو کسی نہ کسی درجہ میں کرنسی یعنی ثمن اصطلاحی سے مربوط ہے اور چاندی کا کرنسی سے کوئی ربط نہیں؛ اس لئے جو اصل علت ثمنیت کی تھی، وہ فی زمانہ چاندی میں مفقود ہے؛ لہٰذا چوں کہ چاندی کا اموالِ زکوٰۃ میں ہونا منصوص ہے؛ اس لئے چاندی میں تو زکوٰۃ واجب ہوگی ہی؛ لیکن چاندی کو دوسری چیزوں کے لئے زکوٰۃ کا معیار نہیں ہونا چاہئے۔

(ب) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سونے اور چاندی کی قیمت کے درمیان توازن تھا، یعنی دوسو درہم چاندی اور بیس دینار سونے کی قدر برابر تھی؛ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں :

**والذهب محمول على الفضة وكان فى ذلك الزمان صرف دينار بعشرة دراهم ، فصار نصابه عشرين مثقالاً . (۱)**

سونے کا نصاب چاندی کے نصاب پر مبنی تھا؛ کیوں کہ اس زمانہ میں ایک دینار دس درہم کے بدلے فروخت کیا جاتا تھا، اس لئے سونے کا نصاب ۲۰ر مثقال مقرر ہوا۔

اسی طرح صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں :

**وكل دينار عشرة دراهم فى الشرع فيكون أربعة مثاقيل فى هذا كاربعين درهم .(۲)**

شریعت کی نظر میں ہر ایک دینار دس درہم کے برابر ہے، اس لحاظ سے چار مثقال، چالیس درہم کی طرح ہوئے۔

غرض کہ بیس دینار سونا اور دوسو درہم چاندی کی قوتِ خرید مساوی ہوا کرتی تھی؛ البتہ سونے اور چاندی کی عمدگی، نیز اس کی بناوٹ اور ڈیزائن کے اعتبار سے بعض اوقات کسی کی قیمت بڑھ جاتی تھی :

...... **اذا كانت قيمة أحدهما لجودته وصياغته أكثر من وزنه .(۳)**

صاحبینؒ نے جو سونے اور چاندی کے درمیان ضم بالا جزاء کی رائے اختیار کی ہے، اس کی بنیاد بھی یہی ہے کہ اس زمانے میں مثلاً اگر نصف نصاب سونے کا اور نصف نصاب چاندی کا ہوتا تو اس کی قدر وہی ہوتی تھی، جو بیس مثقال سونے یا دوسو درہم چاندی کی ہے، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ دیت ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم کو مقرر کیا گیا ہے، یعنی وہی ایک اور دس کی نسبت ہے، موجودہ حالات اس سے بالکل مختلف ہیں۔

(ج) اگر چاندی کے نصاب اور دوسری اشیاء کے نصاب کی موجودہ قیمت دیکھی جائے تو ان میں بہت زیادہ فرق ہوجاتا ہے، مثلاً ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیا جائے :

(۱) حجة الله البالغة:۱۳۰-۱۲۹،باب مقادير الزكوٰة، تحقیق: مفتی سعید احمد یوسف البالن پوری، ط: مکتبہ حجاز دیوبند۔
(۲) الهداية:۱/۱۷۵،فصل فى الذهب۔ (۳) بدائع الصنائع:۲/۱۹۔

- اونٹ: کم از کم نصاب پانچ عدد، فی اونٹ دو ہزار ریال کے حساب سے دس ہزار ریال، ہندوستانی روپے میں تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار روپے۔
- گائے: کم از کم نصاب تیس عدد، فی گائے چھ ہزار روپے کے لحاظ سے ایک لاکھ اسی ہزار روپے۔
- بکری: کم سے کم نصاب چالیس عدد، ساڑھے تین ہزار روپے فی بکری کے لحاظ سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے۔
- سونا: سولہ ہزار روپے فی دس گرام کے حساب سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب۔
- چاندی: دوسو روپے فی دس گرام کے لحاظ سے تقریباً بارہ ہزار روپے۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو چاندی کے نصاب کی موجودہ قدر نہایت ہی کم ہے؛ حالاں کہ جانوروں سے براہ راست انسانی ضروریات پوری ہوتی ہیں؛ اس لئے اس کی قدر کے کم یا زیادہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا؛ کیوں کہ ایک گائے اگر ایک ہزار سال پہلے سو آدمی کی غذا کے لئے کافی تھی تو آج بھی اتنے افراد کے لئے وہی مقدار کافی ہوگی، اس کے باوجود اس کی قدر زیادہ ہے، برخلاف چاندی کے، مثلاً دوسو درہم چاندی سے اگر اس زمانے میں پانچ وسق (دس کنٹل کے قریب) غلہ خرید کیا جاتا ہو اور آج نہیں خرید کیا جا سکتا ہو تو یہ بات واضح ہے کہ عہد نبوی کے مقابلہ چاندی کی قدر بہت کم ہوگئی ہے اور بحیثیت ثمن اس کی جو قوت تھی وہ کمزور پڑ گئی ہے۔

(د) زکوۃ کے لئے اموال کا نصاب مقرر کرنے سے ظاہر ہے کہ شریعت یہ چاہتی ہے کہ دولت کی ایک خطیر مقدار جمع ہونے کے بعد ہی اس میں زکوۃ واجب ہو اور زکوۃ کا لینا اس کے لئے حرام قرار پائے؛ جیسا کہ جانوروں کے نصاب اور سونے اور چاندی کے نصاب سے ظاہر ہے، چاندی کا یہ نصاب بھی اسی حساب سے تھا کہ اس زمانہ میں دوسو درہم سے خطیر مالیت کا حاصل کیا جانا ممکن تھا؛ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ دوسو درہم چاندی یا پانچ وسق غلہ کی مقدار اس لئے مقرر کی گئی کہ یہ چھوٹے موٹے خاندان کی پورے سال کی ضرورت کے لئے کافی ہو جاتا تھا:

> **إنما قدر من الحب والتمر خمسة أوسق لأنها تكفى أقل أهل البيت إلى سنة، وذلک لأن أقل البيت الزوج والزوجة وثالث خادم أو ولد بينهما، وما يضاهي ذلک من أقل البيوت وغالب قوت الانسان رطل أو مد من الطعام، فاذا أعمل على واحد من هؤلاء كفاهم لسنة، وبقيت بقية لنوائبهم وإدامهم، وإنما قدر من الورق خمس أواق؛ لانها مقدار يكفى أقل أهل البيت سنة كاملة إذا كانت الاسعار موافقة فى أكثر الأقطار واستقرئ عادات البلاد المعتدلة فى الرخص والغلاء تجد ذلک.** (۱)

(۱) حجة الله البالغة: ۲/۱۲۸۔

اجناس اور کھجور میں سے پانچ وسق نصاب اس لئے مقرر کیا گیا کہ یہ ایک مختصر خاندان کے سال بھر کی ضرورت کے لئے کافی ہوتا تھا اور یہ اس لئے کہ مختصر خاندان، شوہر بیوی، خادم یا ایک بچہ پر مشتمل ہوتا ہے اور اسی طرح کی مختصر خاندان اور انسان کی زیادہ تر خوراک ایک رطل یا ایک مد کھانا ہوتا ہے، لہٰذا جب ان میں سے ایک کا حساب کیا جائے تو یہ ان کے ایک سال کی ضرورت کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور کچھ ان کی پیش آنے والی دوسری ضروریات اور ان کے سالن کے لئے بچ جاتا ہے، اسی طرح پانچ اوقیہ چاندی کو نصاب مقرر کیا گیا ہے؛ کیوں کہ یہ ایسی مقدار ہے جو ایک مختصر خاندان کے پورے سال کی ضروریات کے لئے کافی ہے، بشرطیکہ قیمتیں اکثر علاقوں میں یکساں ہوں اور اگر ارزانی، گرانی کے اعتبار سے مختلف علاقوں کی درمیانہ درجہ کے معمولات کا جائزہ لیا جائے تو تم ایسا ہی پاؤ گے۔

بعض حدیثوں میں یہ بات آئی ہے کہ پانچ وسق (۹۷۶ کیلو آٹھ سو گرام) سے کم اجناس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی: ''**لیس فیما دون خمسة أوسق زكوٰة**''(۱) جمہور اور صاحبین کے نزدیک اسی حدیث کی بنا پر اجناس میں بھی زکوٰۃ کا ایک نصاب ہے اور وہ پانچ وسق ہے، احناف کے نزدیک اجناس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، سب میں زکوٰۃ واجب ہوگی، احناف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق مالِ تجارت سے ہے؛ کیوں کہ ایک وسق کی قیمت چالیس درہم ہوا کرتی تھی، اس طرح پانچ وسق اجناس دوسو درہم کے برابر ہوئے، (۲) اس سے معلوم ہوا کہ چاندی کا یہ نصاب بھی اس وقت مقرر کیا گیا تھا، جب اس سے اشیاءِ ضرورت قابل لحاظ مقدار میں حاصل کی جاسکتی تھیں؛ لیکن اس وقت دوسو درہم چاندی کی قیمت سے ایک خاندان کی سال بھر کی ضروریات تو کیا مہیا ہونگی، ایک مہینے کی ضرورت بھی بہ مشکل فراہم ہوسکتی ہیں؟

(ہ) فقر وغنا کے لئے شریعت میں ایک معیار مقرر کیا گیا ہے؛ لیکن اس کا تعلق عرف اور احوال سے بھی ہے؛ کیوں کہ ہر زمانہ کے حالات کے لحاظ سے اس زمانہ کے لوگوں کی ضروریات ہوتی ہیں؛ چنانچہ خود فقہاء نے ''حاجتِ اصلیہ'' کو متعین کرنے میں ان کو ملحوظ رکھا ہے، اگر اس پہلو سے دیکھا جائے تو آج کل بارہ تیرہ ہزار کی رقم ایک حقیر رقم سمجھی جاتی ہے اور گورنمنٹ کی اقل ترین تنخواہ بھی اس سے زیادہ ہوتی ہے۔

(و) سونے اور چاندی کی حیثیت چوں کہ کرنسی کی تھی اور اس کی وجہ سے اس کو خصوصی حیثیت حاصل تھی،

---

(۱) ابوداؤد، كتاب الزكوٰة، باب ما تجب فيه الزكوٰة، حدیث نمبر:۱۵۵۹۔

(۲) دیکھئے: هدايه، باب زكوٰة الزروع والثمار: ۲۱۰/۱۔

اسی لئے لوگ عام طور پر سونے اور چاندی کی شکل میں اپنے سرمایہ کو محفوظ کرتے تھے، یہ ایک عملی حقیقت بھی ہے اور خود قرآن مجید میں بھی ''وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ '' (التوبۃ:۳۴) کہہ کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اب غور کریں تو موجودہ دور میں لوگ اپنے سرمایہ کو چاندی کی شکل میں محفوظ نہیں کرتے، سونے کی شکل میں محفوظ کرتے ہیں، اسی لئے سونے کے بسکٹ اور سونے کے سکے بھی بینک کی طرف سے فروخت کئے جاتے ہیں، اور اسی لئے سونے کی قیمت میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے، یہاں تک کہ اب شادی میں بھی زیادہ اہتمام لوگ سونے کے زیورات کا کرتے ہیں اور یہ بات ذہن میں ہوتی ہے کہ اس کی قدر بڑھتی جائے گی اور جب بھی ضرورت ہو آسانی سے اسے فروخت کیا جاسکے گا۔

ان وجوہ کی بنیاد پر اس حقیر کی رائے میں ثمنیت کا پہلو سونے میں بہ مقابلہ چاندی کے زیادہ ہے، نیز لوگوں کے تعامل اور قیمت کے استحکام کے اعتبار سے سونے کا چلن بھی زیادہ ہے اور اس کی قدر سے شریعت کا یہ منشاء پورا ہوتا ہے کہ فقراء پر زکوٰۃ واجب نہ ہو، اغنیاء پر واجب ہو اور فقراء زکوٰۃ سے محروم نہ ہوں، اغنیاء محروم ہوں؛ اس لئے اس کو مالِ تجارت اور کرنسی کے لئے معیار ہونا چاہئے۔

## ایک ضروری وضاحت

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ چاندی زکوٰۃ کے لئے معیار ہونے میں اصل کا درجہ رکھتی ہے، اس لئے کہ چاندی کا نصابِ زکوٰۃ صحیح احادیث سے ثابت ہے، اسی لئے اس پر اجماع ہے اور سونے کے نصاب میں اختلاف ہے اور ایک رائے یہ ہے کہ جتنا سونا دوسو درہم چاندی کے بقدر ہوجائے اتنے میں زکوٰۃ واجب ہوگی؛ چنانچہ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں :

> **وأجمعوا على أنه اذا كان أقل من عشرين مثقالا ولا تبلغ مائتى درهم فلا زكوٰة فيه ، وقال عامة الفقهاء : نصاب الذهب عشرون مثقالاً من غير اعتبار قيمتها إلا ماحكى عن عطاء وطاؤس والزهرى وسليمان بن حرب وأيوب السختيانى ، أنهم قالوا : هو معتبر بالفضة ، فما كان قيمته مائتى درهم ففيه الزكوٰة والا فلا .(۱)**

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیس مثقال سے کم سونا —— جو دوسو درہم کی قیمت کو نہیں پہنچے —— میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی؛ لیکن اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ قیمت سے قطع نظر کرتے ہوئے سونا کا نصاب بیس مثقال ہے، پہلا قول عطاء، طاؤس،

---

(۱) المغنی:۴/۲۱۳۔

زہری، سلیمان بن حرب اور ایوب سختیانی کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اعتبار چاندی کے نصاب کا ہے؛ لہٰذا اگر سونے کی قیمت دوسو درہم ہو تب اس میں زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔

لیکن یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ جن فقہاء نے یہ نقطۂ نظر اختیار کیا ہے، وہ کیوں کیا ہے؟ ان کا خیال تھا کہ سونے کے نصاب کے سلسلہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، لہٰذا چوں کہ چاندی بھی ثمن ہے اور سونا بھی؛ اس لئے سونے کے لئے چاندی کو معیار بنایا جائے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات تک وہ حدیث نہیں پہنچ پائی تھی، جو سونے کے نصاب کے سلسلہ میں ہے؛ حالاں کہ سونے کے نصاب کا ذکر متعدد حدیثوں میں ہے، چند یہاں نقل کی جاتی ہیں :

- **عن علی رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم ...... قال : ”فاذا کانت لک مائتا درهم وحال علیها الحول ففیها خمسة دراهم ولیس علیک شئ یعنی فی الذهب حتی یکون لک عشرون دیناراً ، فاذا کانت لک عشرون دیناراً وحال علیها الحول ففیها نصف دینار الحدیث “ (۱)وسکت عنه ، وقال الزیلعی : الحدیث حسن. (۲)**

حضرت علی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس دوسو درہم ہوں اور اس پر سال گذر جائے تو اس میں پانچ درہم واجب ہیں اور سونے میں کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، جب تک بیس دینار نہ ہوجائے، بیس دینار ہوجائے اور سال گذر جائے تو پھر اس میں نصف دینار دینا واجب ہے۔

- **عن علی رضی الله عنه قال : قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم ، فقال : إنا قد وضعنا عنکم صدقة الخیل والرقیق ، ولکن هاتو ربع العشر من کل أربعین درهماً درهم ، ولیس فی مادون المأتین شيء فی کل عشرین مثقالاً نصف مثقال ولیس فیما دون ذلک شيء ، رواه ابن جریر فی تهذیبه وصححه . (۳)**

---

(۱) رواہ أبوداؤد، باب زکوٰۃ السائمة، حدیث نمبر:۱۵۷۳۔

(۲) نصب الرایة:۲/۲۳۸۔

(۳) اعلاء السنن ، کتاب الزکوٰۃ ، باب نصاب الذهب:۹/۵۹، بحواله کنز العمال:۳/۳۰۶، ۳۰۷۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: میں نے تم لوگوں سے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ معاف کردی ہے؛ لیکن چاندی میں چالیسواں حصہ یعنی چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ادا کرو اور دوسو درہم سے کم میں کوئی زکوٰۃ واجب نہیں، اس طرح بیس مثقال سونے میں نصف مثقال زکوٰۃ ادا کرو، بیس مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔

**○ عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ليس في مادون مائتى درهم شيء ، ولا فيما دون عشرين مثقالاً من الذهب شيء ، وفى المائتين خمسة دراهم وفى عشرين مثقالاً ذهب نصف مثقال .(۱)**

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوسو درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں، بیس مثقال سے کم سونے میں زکوٰۃ نہیں؛ البتہ دوسو درہم میں پانچ درہم اور بیس مثقال سونے میں نصف مثقال بہ طور زکوٰۃ ادا کی جائے۔

ان احادیث کی روشنی میں ائمہ اربعہ کے بہ شمول جمہور فقہاء سونے کے نصاب کو مستقل مانتے ہیں اور بعد کے فقہاء کا تقریباً اس پر اتفاق ہو چکا ہے، پس ظاہر ہے کہ جب سونے کے نصاب پر اتفاق ہو گیا تو اب اس اختلاف سے استدلال کرنا درست نظر نہیں آتا؛ بلکہ فقہاء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دینار کو درہم کے لئے معیار بناتے تھے؛ چنانچہ علامہ زیلعی قدوری کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں :

**وفى التجريد للقدورى : لاخلاف أن الدية ألف دينار وكل دينار عشرة دراهم ولهذا جعل نصاب الذهب عشرين ديناراً ونصاب الورق مأتى درهم .(۲)**

## ضم نصاب کا مسئلہ

۸- جہاں تک زکوٰۃ میں ضم نصاب کا مسئلہ ہے تو جانوروں کے سلسلہ میں تو اتفاق ہے کہ اس میں ضم نصاب نہیں ہوگا، جن فقہاء کے نزدیک زرعی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے بھی نصاب مقرر ہے، ان میں سے

---

(۱) سنن دار قطنی ، باب وجوب زكوٰة الذهب، حدیث نمبر:۱۸۸۵، نصب الراية ، كتاب الزكوٰة ، فصل فى الذهب:۳۶۹/۲۔ (۲) نصب الراية ، كتاب الديات:۳۶۲/۴۔

امام احمدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ ایک پیداوار اور دوسری پیداوار کو ملا کر اگر پانچ وسق پورے ہو جائیں تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، حنابلہ میں علامہ ابوبکر نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(۱)

اثمان یعنی سونے اور چاندی میں ایک نصاب دوسرے سے ضم کر کے پورا کیا جائے گا یا نہیں؟ —— اس سلسلہ میں دو نقطۂ نظر ہیں: ایک نقطۂ نظر حنفیہ، مالکیہ، سفیان ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ کا ہے اور امام احمدؒ کا بھی ایک قول اسی کے مطابق ہے کہ ضم کر کے نصاب پورا کیا جائے گا، (۲) —— ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ان میں زکوٰۃ ہونے کی اصل وجہ ثمن ہونا ہے اور ثمن سونا بھی ہے اور چاندی بھی، غرض یہ اجتہاد و قیاس ہے اور کوئی حدیث اس سلسلہ میں موجود نہیں، علامہ کاسائیؒ نے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ کا اسی پر عمل تھا :

> **ولنا : ماروی عن بکیر بن عبد اللہ بن الاشج أنه قال : مضت السنة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بضم الذهب إلى الفضة والفضة إلى الذهب فی إخراج الزكوٰة .(۳)**
>
> ہماری دلیل: وہ روایت ہے جو بکیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا یہی طریقہ رہا ہے کہ زکوٰۃ نکالنے میں سونے کو چاندی اور چاندی کو سونے کے ساتھ ضم کیا جائے۔

مگر یہ روایت حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتی ہے؛ البتہ ابن ابی شیبہؒ نے بعض تابعین —— ابراہیم نخعیؒ، حسن بصریؒ، مکحولؒ —— سے خود ان کا یہ مذہب نقل کیا ہے۔(۴)

دوسرا نقطۂ نظر امام شافعیؒ، ابوثورؒ، داؤد ظاہریؒ، ابوعبیدؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ وغیرہ کا ہے کہ سونے چاندی کو ایک دوسرے کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا، ان حضرات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سونا اور چاندی دو مستقل مال ہیں اور دونوں کے نصاب کی مقدار بھی الگ الگ ہے؛ اس لئے جیسے اونٹ اور بیل نیز کھجور اور کشمش کو ایک دوسرے کے ساتھ ضم نہیں کیا جاتا، اسی طرح ان کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا، (۵) —— حافظ ابن رشد حالاں کہ مالکی ہیں؛ لیکن اس مسئلہ میں اس دوسرے نقطۂ نظر کے حامی نظر آتے ہیں؛ چنانچہ رقمطراز ہیں :

(۱) دیکھئے: المغنی: ۲۰۳/۴، مع تحقیق ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن وغیرہ۔

(۲) دیکھئے: بدائع الصنائع: ۱۰۶/۲، بداية المجتهد: ۲۶۵/۱، المغنی: ۲۰۳/۴-۲۰۶۔

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الزكوٰة، مقدار الواجب فيه: ۱۰۶/۲۔

(۴) مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزكوٰة، حدیث نمبر: ۸۰-۹۹۷۸۔

(۵) دیکھئے: کتاب الأم للشافعی، کتاب الزكوٰة: ۴۰/۲، المجموع، باب زكوٰة الذهب والفضة: ۳۴۸/۵، البيان فی مذهب الامام الشافعی: ۲۸۵/۳-۲۸۶، المغنی لابن قدامة: ۲۰۳/۴-۲۰۶۔

و سبب هذا الارتباک مارا موه من أن يجعلوا من شيئين نصابهما مختلف فی الوزن نصابا واحداً ، وهذا كله لا معنى له ، ولعل من رام ضم أحدهما إلى الآخر فقد أحدث حكما فی الشرع حيث لا يحكم ؛ لأنه قد قال بنصاب ليس هو بنصاب ذهب ولا فضة .(۱)

اس طرح ضم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان حضرات نے دو ایسی چیزوں سے ایک نصاب تیار کیا ہے جن کا نصاب وزن کے اعتبار سے مختلف ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے، جن حضرات نے چاندی سونے میں سے ایک کو دوسرے سے ضم کیا ہے، انھوں نے شریعت میں ایک ایسے حکم کا اختراع کیا ہے کہ شریعت خود ان کا حکم نہیں دیتی ہے، اس لئے کہ وہ ایک ایسی چیز کو نصاب قرار دیتے ہیں جو نہ سونے کا نصاب ہے اور نہ چاندی کا۔

غرض کہ سونے اور چاندی کو ایک دوسرے سے ضم کر کے نصابِ زکوۃ کی تکمیل ہوگی یا نہیں؟ —— اس میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہے، جو لوگ ضم کے قائل نہیں ہیں، ان کے پیش نظر یہ ہے کہ اس پر کوئی نص موجود نہیں ہے اور سونے اور چاندی کے علاوہ دوسرے اموال میں ضم کا طریقہ بالاتفاق اختیار نہیں کیا جاتا، اس کا تقاضہ ہے کہ سونے اور چاندی کے معاملہ میں بھی ضمِ نصاب کا اُصول نہیں اپنایا جائے، اور جو فقہاء ضم نصاب کے قائل ہیں، ان کے پیش نظر یہ ہے کہ یہ دونوں ثمن کے قبیل سے ہیں؛ اس لئے اتحاد مقصد کے اعتبار سے یہ ایک ہی شئے کے حکم میں ہوں گے۔

## صاحبین کا نقطۂ نظر —— موجودہ حالات سے ہم آہنگ

۹- پھر جو فقہاء ضم نصاب کے قائل ہیں، ان میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے ان دونوں کو ضم کیا جائے گا، یعنی اگر کچھ مقدار سونے کی ہو اور کچھ مقدار چاندی کی اور دونوں کی قیمت بحیثیت مجموعی چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہو جائے گی، جب کہ دوسرے فقہاء امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ وغیرہ کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے ضم کیا جائے گا، یعنی سونے کے نصاب کا ایک متناسب حصہ مثلاً نصف یا ایک تہائی موجود ہو اور چاندی کے نصاب کا نصف یا دو تہائی موجود ہو تو اب زکوۃ واجب ہوگی، امام احمدؒ سے جو ایک قول ضم نصاب کا منقول ہے تو ان کے نزدیک ضم نصاب کی یہی صورت ہے، —— امام صاحبؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قیمت کے لحاظ سے ضم کرنے میں فقراء کا فائدہ ہوگا اور بعض ایسی صورتوں میں زکوۃ واجب ہوگی، جن میں ضم بالاجزاء کے

---

(۱) بداية المجتهد:۱/۶۵۸۔

اُصول پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، اور جمہور کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ نصاب سونے اور چاندی کا مقرر کیا گیا ہے نہ کہ اس کی قیمت کا؛ اس لئے اصل شئے ہی کا اعتبار ہوگا۔(۱)

۱۰- امام ابوحنیفہؒ نے ضم بالقیمۃ کا جو اُصول اختیار فرمایا، وہ اس زمانے میں جب کہ سونے اور چاندی کی قیمت میں مناسبت تھی، ان حالات میں ضم بالقیمۃ اور ضم بالاجزاء کے درمیان اپنی حقیقت کے اعتبار سے کوئی بڑا فرق نہیں تھا، اب صورتِ حال یہ ہے کہ امام صاحب کے اُصول پر اگر کوئی شخص پانچ تولے سونے یعنی اسی ہزار سے زیادہ روپے کی مالیت کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور اگر کوئی شخص ایک تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی کا مالک ہو جس کی قیمت ساڑھے سترہ ہزار کے اندر ہوگی تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اس طرح اگر غور کیا جائے تو ضم نصاب فقراء کے حق میں نافع ہونے کے بجائے نقصاندہ ہو جائے گا، وہ زکوٰۃ لینے کے حق سے محروم تو ہوں گے ہی، اُلٹے انھیں زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؛ اس لئے موجودہ حالات میں صاحبین کا قول زیادہ قابل عمل محسوس ہوتا ہے۔

## خلاصۂ بحث

۱۱- حاصل یہ ہے کہ :

(الف) اگر کسی شخص کے پاس صرف سونا ہو تو سونے کے مقررہ نصاب پر ہی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

( ب ) اگر کسی شخص کے پاس صرف چاندی ہو تو چاندی کے نصاب پر ہی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

( ج ) اگر کسی شخص کے پاس کچھ مقدار سونے کی اور کچھ مقدار چاندی کی ہو تو ضم بالاجزاء کے اُصول پر عمل ہوگا نہ کہ ضم بالقیمۃ کے قاعدہ پر۔

( د ) روپے اور مالِ تجارت کے لئے سونے کا نصاب معیارِ زکوٰۃ ہوگا نہ کہ چاندی کا۔

( ہ ) اگر کسی شخص کے پاس مقدارِ نصاب سے کم روپے یا اس سے کم مالِ تجارت ہو اور کچھ سونا ہو تو سونے کے ساتھ ضم بالقیمۃ کر کے زکوٰۃ واجب قرار دی جائے گی؛ کیوں کہ جب ان دونوں چیزوں کے لئے سونے کو معیار مانا گیا تو یہ بھی سونے ہی کے حکم میں ہے۔

( و ) حرمانِ زکوٰۃ کے لئے بھی سونے کا نصاب ہی معیار ہوگا اور جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو، اگر وہ اپنی بنیادی ضروریات کے علاوہ سونے کے نصاب کے بقدر مال کا مالک نہ ہو تو اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہوگا۔

**هذا ماعندی ، والله اعلم بالصواب ، وعلمهٔ أتم وأحكم .**

○ ○ ○

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع ، کتاب الزکوٰۃ :۱۰۷/۲، ردالمحتار ، باب زکوٰۃ المال :۲۳۴/۳، بدایة المجتهد ، ضم الذهب علی الفضة:۲۶۵/۱، المغنی:۲۰۶/۴۔